وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں (153/2)

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
دین است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

تاجدارِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تالیف
سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ

نور الہدیٰ فاؤنڈیشن رجسٹرڈ فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

جملہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب.. تاجدارِ کربلا

تالیف..پیر سید محمد سعید الحسن شاہ صاحب

تزئین..ڈاکٹر منظور احمد

پروف ریڈنگ..................................سید محمد حفیظ الحسن شاہ صاحب

اشاعت اول.................................... 2011ء

کمپوزنگ...................................... ایم خالد اقبال

ٹائٹل ڈیزائن................................... کلیم دفتر کتابت

مطبع.. حزب الاسلام پرنٹرز فیصل آباد

تعداد..1100

ہدیہ.. روپے

ناشر شعبہ تحقیق وتصنیف........................ نور الہدیٰ فاؤنڈیشن رجسٹرڈ فیصل آباد

آسمانِ ہدایت کے ستارے ہیں حسین ♦

نبیؐ پاک کے مہ پارے ہیں حسینؓ
حیدر کرار کے راج دلارے ہیں حسینؓ

کیا کروں میں مدحت اُن کی   بنت رسول نے سنوارے ہیں حسینؓ
سیرت و کردار کی کیا بات کیجئے   آسمانِ ہدایت کے ستارے ہیں حسینؓ

جودو عطاء ہے بحرِ سخا
بے مثل فیض کے دھارے ہیں حسینؓ

مظلوم و مغموم دلوں کی دھڑکن   سب عاشقوں کے سہارے ہیں حسینؓ
سرِدار بھی قرآن کی تلاوت کرنا   ایسے قاری قرآن ہمارے ہیں حسینؓ

سرِ مقتل بھی نماز نہ چھوڑی جس نے
کتنے سجدے تیرے پیارے ہیں حسینؓ

شجاعت و بسالت کے مردِ میدان ہوئے   یزیدیت جب بھی للکارے، ہیں حسینؓ
صبر واستقامت کے ہیں کوہ گراں   کیسے عالی روشن مینارے ہیں حسینؓ

بخشش کے طالبو سب گیت اُن کے گاؤ
شافع روزِ جزا، کے پیارے ہیں حسینؓ

حورو ملائکہ کہہ رہے ہیں سب   جنت الفردوس کے گل وگلزارے ہیں حسینؓ
بحرِ تلاطم میں جو گھر جائے زاہدؔ   ہر کس و بے کس پکارے، ہیں حسینؓ

(نتیجہ فکر ڈاکٹر منظور احمد زاہدؔ)

نحمدہ اللہ تعالیٰ و نصلی وسلم علیٰ رسولہ الکریم الامین
و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

عمومی طور پر سنتِ الٰہیہ اسی نہج پر جاری وساری ہے کہ جب کسی بھی عظیم المرتبت شخصیت کو مزید مراتب عُلیا سے نوازنا مقصود ہوتا ہے تو خالقِ کائنات جلّ شانہٗ اُن کو مصائب و آلام کے بحرِ طلاطم خیز کے حوالہ فرما دیتا ہے پھر جب اُسی ذاتِ بے نیاز کی عطا فرمودہ توفیق و ہمت سے یہ عبدِ خاص کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو عزت وعظمت کا تاج اُس کے فرقِ ناز پر سجا دیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت جل شانہٗ اپنی اسی سنت مبارکہ کا ذکر قرآن کریم میں اس انداز سے فرماتا ہے کہ:

وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ۝

ترجمہ: اور ضرور بضرور ہم تمہیں آزمائیں گے مختلف چیزوں سے (مثلاً) ڈر سے اور بھوک سے اور کچھ تمہارے مال واسباب اور تمہاری جانوں اور پھلوں (یا اولاد) میں نقص لا کر اور (اے محبوب) خوشخبری سنائیے ان صبر والوں کو جو کہ جب پہنچتی ہے ان کو مصیبت تو کہتے ہیں بے شک ہم (اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ (خوش نصیب) ہیں جن پر ان کے رب کی طرح طرح کی نوازشیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ثابت قدم ہیں۔

گویا ربّ کائنات جلّ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ......

اے محبوب مکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ اپنی زبان وحی ترجمان سے

اپنے غلاموں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ جو صبر اور شکر کرنے والے ہیں۔ جو میری طرف سے نازل فرمودہ مصائب و آلام پر صبر اور شکر کا دامن نہیں چھوڑتے۔ جو میری رضا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کی لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ جو ہر حال میں میری رضا کے خواہاں ہیں اور پوری استقامت اور مضبوطی کے ساتھ صراطِ مستقیم پر جمے رہتے ہیں زمانے کی بڑی بڑی مصیبتیں اور ظلم وستم کی آندھیاں ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں لاسکتیں۔ اے محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ان کو شاباش دیجئے خوشخبری سنا دیجئے مبارک بار دیجئے کہ میرے ان بندوں نے دنیا کی تمام مصیبتوں، بلاؤں اور بڑی بڑی آزمائشوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا مگر نہ تو ان کی پیشانی پر کوئی بل آیا اور نہ ان کے جی میں کوئی ایسی بات پیدا ہوئی کہ کسی صورت بھی اللہ رب العزت کی ذات بابرکات پر کوئی اعتراض کیا ہو یا شکوہ وشکایت کیلئے لب کھولے ہوں۔ ان کو خوشخبری سنا دو کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور اِن ہی مبارک ہستیوں پر رب کریم کی بے پایاں رحمتوں کا نزول ہے۔

حکایت: حضرت بشر حانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں کہیں جا رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی آدمی بے ہوش آنکھیں بند زمین پر پڑا ہوا ہے۔ پورا جسم مجروح تھا جگہ جگہ زخم اور ان زخموں میں کیڑے مکوڑے گھسے ہوئے ہیں اور جسم کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے ہیں۔ بشر حانی فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کی اس حالت کو دیکھا مجھے بڑا رحم آیا۔ معلوم نہیں یہ بیچارہ کون ہے کتنا شدید زخمی ہے، نہ جانے کس نے مارا پیٹا ہے جس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ بشر حانی فرماتے ہیں کہ میں ان ہی خیالات میں گم اس کے قریب گیا اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور اس کے جسم سے مٹی کو جھاڑنے لگا اور ساتھ ہی بارگاہِ ربِّ ذوالجلال میں یہ دعا کی! اے پروردگارِ عالم، اے خلاقِ عالم جل وعلا، اے کائنات کے پالنے والے یہ غریب بیچارہ نجانے کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے ؟ کس غرض کے لئے آیا ہوگا شاید کسی نے زخمی کر دیا اب بے ہوش ہے، جسم کو جگہ جگہ

سے کیڑے مکوڑوں نے کھا کھا کر مزید زخمی کر دیا ہے ۔ اے ربِّ ذوالجلال تُو اس ناتواں ولاچار کو ہوش عطا فرما دے کم ازکم یہ اپنا پتہ تو بتا سکے تا کہ اسے منزل مقصود تک پہنچایا جاسکے اور اس کے دکھوں کا مداوا ہو جائے ۔

بشر حانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اللہ پاک کے حضور دعائیں بھی کر رہے ہیں اور اس کے جسم سے مٹی بھی جھاڑ رہے ہیں اور زخموں سے کیڑے بھی نکال رہے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے اس بندے کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور نوجوان کو ہوش گیا۔ وہ نوجوان آنکھیں کھولے بغیر ہی کہنے لگا۔ ''یہ کون فضولی ہے جو میرے اور میرے رب کے درمیان آ کر حائل ہو گیا''۔ پھر حضرت بشر حانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اے نوجوان مجھے زمین پر ڈال دے جس طرح میرا خدا راضی ہے میں بھی اس کی رضا پر راضی ہوں تو کون ہے یہ کہنے والا کہ اے اللہ تعالیٰ اسے شفا دے۔ اگر میرے خدا نے مجھے اس حال میں رکھا ہے تو میں اس حالت میں اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہیں کرتا۔

قارئین کرام!

یہ ہیں وہ لوگ جو صبر کرنے والے ہیں تو خدائے لم یزل قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وبشر الصبرین (اے محبوب جو صبر کرنے والے ہیں ان کو خوشخبری سنا دیجئے بشارت دیجئے ان کی یہ صفت ہے کہ واذا اصابتھم مصیبۃ جب بھی کوئی بھی کسی بھی انداز میں ان پر کوئی مصیبت آ جاتی اور وہ مصیبت وآزمائش چاہے مال ودولت کے چلے جانے کی صورت میں ہو یا اولاد کے معاملہ میں یا ان کے جسم پر کوئی وبال آ جائے غرض کہ کوئی بھی مصیبت پیش آئے جس کو دنیا والے مصیبت و پریشانی کا نام دیتے ہوتو وہ کہتے ہیں۔ انا للّٰہ انا الیہ راجعون یعنی ہم تو ہیں ہی اللہ کے لئے اور ہم نے اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ ہم تو اسی مالک حی وقیوم کے بندے ہیں۔

محترم قارئین! یہ ''میں، میں'' کیا ہے؟ کچھ بھی تو نہیں ہے۔ میں تو ہوں ہی اسی اللہ تعالیٰ کا وہ میرا مالک میں اس کا مملوک، میں اس کا بندہ وہ میرا رب، میں اس کا غلام، وہ میرا آقا، وہ جو چاہے میرے ساتھ کرے میں اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہوں، جب بندہ اس اس انداز میں اس کی ربوبیّت کا اقرار کرتا ہے اسے اپنا خالق و مالک مانتا ہے تو رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے۔ اولٰئک علیہم صلٰوۃ من ربھم ورحمۃ۔

یہی وہ لوگ ہیں جو اس عظیم منصب کو پالیتے ہیں۔ جو اس عظیم مرتبے کو حاصل کر لیتے ہیں۔ جن کے سر پر رب ذوالجلال عزت وعظمت کا تاج سجا دیتا ہے۔ ان پر خالق عالم کی طرف سے درود وسلام اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ مصائب وآلام میں مبتلا ہیں حالانکہ اللہ کے ان نیک بندوں پر خلاق عالم کی طرف سے رحمتوں کا نزول ہو رہا ہوتا ہے۔ وَاولئک ہم المہتدون۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کو پانے والے ہیں۔

مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ صابروں کے سرخیل ہیں، آپ نے سرزمین کرب وبلا میں یزیدی ظلم وستم کے خلاف صبر واستقامت، جرأت بہادری کی ایسی تاریخ رقم کی جس نے عظمت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تا ابد لا فانی بنا دیا۔

ممکن ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ بات آ جائے کہ دنیا میں بڑے بڑے ظلم وستم ہو رہے ہیں تاریخ کے اوراق روح فرسا ظلم وزیادتیوں کی داستانوں سے بھرے ہوئے ہیں جنہیں سن کر یا پڑھ کر انسانیت کی روح کانپ اٹھتی ہے اب موجودہ دور کو ہی لے لیجئے کہ:

بوسینیا میں مسلمانوں پر کس قدر ظلم ستم کیا گیا، فلسطین، کشمیر، عراق، افغانستان اور بھارت کے کئی علاقوں میں مسلمانوں کی زندگیاں دوبھر بنا دی گئیں ہیں۔ خود پاکستان میں کس قدر ظلم وستم کا بازار گرم ہے آئے روز اخبارات کے صفحات لرزہ براندام

واقعات سے پُر ہوتے ہیں۔ کسی بیچارے کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا اور قتل کا انداز کوئی عامیانہ اختیار نہیں کیا گیا بلکہ ڈرل مشین کے ساتھ اس کے جسم میں سوراخ کر کے اس کی جان لے لی۔ آنکھوں کو نکالا گیا اس کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ پلاسوں سے زندہ انسانوں کے ناخنوں کو کھینچا گیا۔ ایسی اذیت ناک موت سے دوچار کیا جاتا ہے کہ اللہ کی پناہ!

اخباری رپورٹ کے مطابق بوسینیا میں مسلمان خواتین کو ایک لائن میں کھڑا کر کے ان کے جسم کے نازک اعضاء کو تیز دھار آلات سے کاٹ دیا گیا (معاذ اللہ تعالیٰ) اور ان مظلوم بیچاریوں نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ کیا یہ کوئی کم ظلم ہے؟ حاملہ عورتوں کو پاؤں کی ٹھوکریں مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی آنکھیں نکال دی گئیں حتیٰ کہ زندہ انسانوں کی کھالیں کھینچ لی گئیں۔

ایمان والوں کے جسموں پر تیزاب پھینک کر ان کو جھلسا دیا گیا۔ جلتی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا۔ اور بے چارے مظلوم مسلمانوں نے تڑپ تڑپ کر جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ ظلم کی یہ داستانیں کتنی وحشت ناک، ہولناک ہیں۔ یہ کوئی کم ظلم نہیں انسانیت کی بہت بڑی تذلیل ہے۔ ظالموں نے جگہ جگہ کئی کربلائیں بپا کر رکھی ہیں۔ یہ تمام ظلم اپنی جگہ ہیں مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب مظلوموں کے سردار ہیں۔ صابرین وشاکرین کے امام بھی ہیں۔ اس کا سبب ایک تو آپ علیہ السلام کی عظیم ترین نسبت ہے اور دوسرا آپ کی بے مثال استقامت وصبر ہے کہ آپ نے یکے بعد دیگرے جاںنثار تو قربان کر دیئے مگر کسی بھی ظاہری مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے باطل سے سمجھوتہ نہ کیا حالانکہ یہ ممکن تھا کہ آپ وقتی طور پر یزید کی بیعت کر لیتے اور اپنے خاندان کو ذبح ہونے سے بچا لیتے پھر مناسب موقع پر اُس کے خلاف علم بغاوت بلند فرما دیتے مگر آپ کی بے مثال استقامت کہ منافقت سے کام نہیں لیا جو حق تھا اُسی پر عمل کیا۔

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ میرے آقا نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے نواسے، سید الشہداء، اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صبر، ظلم و جبر کے خلاف آپ کی استقامت عوام الناس کی تمام استقامتوں سے بڑھ کر ہے یہ بات محض میں جذبۂ عقیدت کے رو میں بہہ کر نہیں لکھ رہا بلکہ یہ بات واقعی حقیقت ہے۔ نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کے جسم نازنین کو اپنے جسم اطہر کا ٹکڑا قرار دیا۔

حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی چچی محترمہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دن بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں نے ایک نہایت ہی پریشان کن خواب دیکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا ''کیا خواب دیکھا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا کہ بہت شدید ہے جس کے بیان کی جرأت نہیں ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکرّر دریافت فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم'' میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم انور کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا''۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (مسکرائے اور) فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ (اس کی تعبیر یہ ہے کہ) انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت 4 یا 5 شعبان المعظم 4 ہجری کو ہوئی۔ اور حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں دیئے گئے۔ گویا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم نازنین سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہی جسم اطہر ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ:

اَلْحَسَنُ اَشْبَهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه تعالٰی علیه وآلهٖ وسلم

مَـابَيْـنَ الـصَّـدرِ اِلَـى الـرَّاسِ وَالْـحُسَيْنُ اَشْبَهُ النَبِّىَ صلى اللّٰه تعالٰى عليه وآلهٖ وسلم مَاكَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذَالِـكَ ـ

یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینۂ انور سے لیکر سر مبارک تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شبیہہ مبارک تھے جبکہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینہ مبارک سے لیکر پائے اقدس تک شبیہہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔

(ترمذی رقم الحدیث [illegible]، احمد [illegible])

گویا یوں کہیئے کہ دونوں شہزادوں کی زیارت کرنے والے کو دیدارِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہو جایا کرتا تھا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی کو اپنی ردائے مبارک میں چھپا رکھا ہے میں نے عرض کیا یہ آپ نے کیا چھپا رکھا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے لئے چادر کو ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک زانو پر حضرت امام حسن تشریف فرما ہیں اور دوسرے پر حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں میری بیٹی کے بیٹے ہیں پھر ان الفاظ میں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُحِبُّهُمَا فَاَ حِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا ـ

(جامع ترمذی رقم الحدیث مطبوعہ ریاض)

اے اللہ تعالیٰ میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار فرما اور جو اِن سے پیار کرے تو اُس سے بھی پیار فرما۔ (جامع ترمذی باب المناقب)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار عالیہ میں آپ کے غلام اپنے نومولود بچوں کو لے کر حاضر خدمت ہوتے تاکہ ان بچوں کی تحنیک رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کرواکر برکات حاصل کی جائیں۔ (کس قدر وہ بہترین دور تھا کتنے پیارے وہ مناظر تھے کتنے خوش نصیب وخوش بخت وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے اور کتنے بابرکت اور پختہ ان کے عقائد تھے) جب صحابہ نومولود کو لے کر حاضر خدمت ہوتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک کھجور لے کر اس کو اپنے منہ میں چباتے اور چبانے کے بعد اس کھجور کو بچے کے تالو میں لگا دیتے۔سبحان اللہ۔ وہ بچے کتنے خوش بخت ہیں جن کی پہلی غذا میرے آقا ومولا شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن سے لپٹی کھجور بنتی۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی تحنیک فرمائی مگر عام معمول سے ہٹ کر، کھجور سے نہیں بلکہ میرے آقا رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے دست مبارکہ میں لے کر اپنی زبان اطہر براہ راست سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دہن مبارکہ میں دے دی اس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بابرکت لعاب دہن آپ رضی اللہ عنہ کی پہلی غذا بنا اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور صبر و رضا کا کمال وصف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت میں نمایاں ہوا۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے فوراً بعد ہی آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہوگئی تھی۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت پر روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام بحکم رب العالمین جل شانہ نبی انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیام مبارک کے ساتھ ساتھ تعزیت بھی لائے کہ آپ کا یہ شہزادہ میدان کرب وبلا میں شہید کیا جائے گا۔اس المناک خبر کے اثر سے رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہایت غمزدہ ہوئے پھر فرمایا۔ رَضِينَا لِقَضَآءِ اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کی لکھی تقدیر پر راضی ہیں پھر یوں دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ الْحُسَيْنَ صَبْرًا وَّ اَجْرًا۔

اے میرے مولا تعالیٰ (میرے) حسین علیہ السلام کو صبر اور اجر عطا فرما۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے نورالعین کی کامیابی کیلئے دعا فرمائی یہ بات آپ کو کہیں نہیں ملے گی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا کی ہو کہ یاارحم الرحمین حسین رضی اللہ عنہ کو اس حادثہ عظیمہ سے محفوظ فرما بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رضائے مولیٰ کریم پر راضی رہے کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔

یہ میرے آقا و مولا نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کا اثر ہے کہ جگر گوشۂ بتول رضی اللہ عنہا یزیدیت کے سامنے صبر واستقامت کے کوہِ گراں ثابت ہوئے اور اجر وانعام یہ ملا کہ تا قیامت آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت مشعلِ راہ رہے گی یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ جذبہ جانثاری، رضائے الٰہی پر راضی ہونا باطل کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جانا سب اسی خاندانِ ذی شان کے ہی مردانِ کامل کا طرّہ امتیاز ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی چچی محترمہ حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود مبارکہ میں دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں پیار فرمانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشمانِ مقدس سے آنسو بہہ رہے ہیں...... میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ فدا ہوں کیا ماجرا ہے؟......فرمایا'' اَتَانِیُ جبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیُ اَنَّ اُمَّتِیُ سَتَقْتُلُ ابْنِیُ ہٰذا '' مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میری اُمت میرے اس بیٹے کو شہید کرے گی۔ پھر فرمایا:

اَتَانِیُ بِتُرْبَۃٍ مِنُ تربتہٖ حَمْرَاءَ......

جبریل امین میرے پاس شہادت گاہ کی سرخ مٹی لے کر آئے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقبِ اہل بیت، الفصل الثالث رقم الحدیث 6180)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مٹی عطا فرمائی اور فرمایا۔ رِیْحُ کُرَب وَّ بَلَا۔ اس مٹی سے غم اور مصیبت کی بو آتی ہے۔ پھر فرمایا:

اِذَا لَحَوَّلَتْ هٰذِهِ التُّرْبَةُ دَمًا فَاعْلَمِیْ اَنَّ ابْنِیْ هٰذَا قَدْ قُتِلَ

(تہذیب الشہید ج2، ص347)

''اُم سلمہ! جب یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے تو یقین کر لینا کہ میرا بیٹا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید کر دیا گیا''۔ اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''میرے بیٹے حسین کو عراق کے علاقہ کربلا میں شہید کیا جائے گا اس وقت جو لوگ موجود ہوں انہیں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرنی چاہیے۔'' (درالسحابہ فی مناقب القرابۃ والصحابہ ص295)

ترمذی شریف میں ہے کہ 61 ہجری ہے اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا استراحت فرما رہی تھیں کہ اچانک گھبرا کر بیدار ہوئیں آنکھوں میں اشک رواں تھے جلدی سے کمرے کے اندر تشریف لے گئیں کسی نے پوچھا اُم المومنین رضی اللہ عنہا اس قدر غمزدہ ہو گئیں ہیں کیا بات ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے سفر کے آثار آپ کے چہرہ انور پر نمایاں تھے ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے دور دراز کا سفر طے فرما کر آ رہے ہوں۔ تو میں نے پوچھا، میرے آقا کہاں سے تشریف لا رہے ہیں تو میرے آقا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ (اے اُم سلمہ!) کربلا سے آ رہا ہوں میرے حسین کو شہید کر دیا گیا ہے۔''

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد میں دیکھنا چاہتی تھی کہ اُس مٹی کا کیا حال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سال ہا سال قبل مجھے عنایت فرما کر گئے تھے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا تو وہ مٹی واقعی خون بن چکی تھی۔ (مشکوۃ 5404، ترمذی جلد اول 1706)

اس حدیث مبارکہ سے چند مسائل معلوم ہوئے کہ یادگار یا تبرک رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بطور یادگار مٹی عطا فرمائی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اس کو سنبھال کر رکھنا۔ اس کو ضائع نہ ہونے دینا اور میرے آقا رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس بات سے بھی بخوبی واقف تھے کہ جس دن میرے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی تو ربّ ذوالجلال کی قدرت سے یہ مٹی یہاں خون میں تبدیل ہو جائے گی۔ یعنی میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ بھی جانتے تھے کون سی اُم المومنین شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت حیات ہوں گی۔ لہٰذا انہی کو مٹی عنایت فرمائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت وقتِ ولادت ہی سے مشہور ہو چکی تھی۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لختِ جگر کو سینے سے لگا کر دودھ پلایا تاکہ جواں ہوکر ذبح ہو۔ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مبارک کندھوں پر کھلایا تو ذبیح ہونے کیلئے، حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفقت پدری سے انگلی سے پکڑ کر بازار میں تشریف لے جاتے انہیں بھی ان کے ذبح ہونے کا علم تھا کہ میرا یہ لختِ جگر اپنے نانا کے دین کی سربلندی و سرفرازی کیلئے قربان ہو جائے گا۔

ابن کثیر محمد بن سعد کے حوالے سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صفین جاتے ہوئے اندرائن کے پودوں کے پاس کربلا سے اُن کا گزر ہوا تو آپ نے اس جگہ کا نام پوچھا تو بتایا گیا کہ اس کا نام کربلا ہے آپ نے فرمایا ''کرب اور بلاء'' آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں اتر کر ایک درخت کے پاس نماز ادا فرمائی پھر فرمایا۔ ''یہاں وہ شہداء قتل ہوں گے جو صحابہ کے بعد بہترین شہداء میں سے ہوں گے اور بغیر حساب جنت میں

داخل ہوں گے اور آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا پس اُن کو اس کی شناخت ہوگئی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسی جگہ شہید ہوئے۔ (ابن کثیر 690)

ایک روایت میں ہے کہ جب امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو میدان کربلا میں خیمے نصب کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو اُس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے کیونکہ ایک دفعہ ہم ابا جان (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ جنگ صفین سے واپس آرہے تھے تو بھائی حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کچھ اور رفقاء بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ اس میدان میں آکر ابا جان علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محوِ استراحت ہوگئے۔ اُن کا سرِ اقدس حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھا۔ کچھ دیر بعد ابا حضور گھبرا کر اُٹھے تو سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھبرانے کی وجہ دریافت فرمائی تو ابا جان (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے میں بھی حاضر تھا، غلام بھی پاس موجود تھے سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا بیٹے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ جگہ کربلا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس میدان میں خون کا دریا موجزن ہے اور میرا حسین اُس میں غوطے کھا رہا ہے اور میں اُس کے کنارے پر کھڑا یہ کہہ رہا ہوں۔ ''اے میرے بیٹے صبر کر اور بارگاہِ ربِّ العزت میں یہ دعا کر رہا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِی الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا یا اللہ حسین کو صبر اور اجر دونوں عطا فرما''۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِی الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا یا اللہ تعالیٰ میرے حسین کو صبر اور اجر عطا فرما۔ پھر فرمانے لگے۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (39:10)

''وہ لوگ جو صبر اور استقامت سے کام لیتے ہیں ربِّ ذوالجلال اُن کو بے حساب اجر عطا فرماتا ہے''۔ پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔

میرے بیٹے اس جگہ تجھے شہید کیا جائے گا، تیرے گلوئے نازنین پر خنجر چلایا

جائے گا میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

یہ وہ باتیں ہیں جو سب صحابہ واہل بیت جانتے تھے بلکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہ اپنی شہادت مخفی نہیں تھی۔ بایں ہمہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیکرِ صبر ورضا تھے۔

تاریخ تو ایک طرف رہی آپ احادیث مبارکہ کی ورق گردانی فرمائیں ایک ایک سطر کا بغور مطالعہ کریں آپ کو کہیں بھی نہیں ملے گا کہ میرے آقا رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدۃ النساء فاطمہ الزہرہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا، حسنین کریمین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یا کسی بھی برگزیدہ شخصیت نے یہ دعا کی ہو کہ اے اللہ تعالیٰ تو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خونی آزمائش سے محفوظ فرما۔ کسی نے بھی یہ دعا نہ کی بلکہ سب کے سب مولیٰ کریم کی رضا پر راضی تھے۔

چشم تصوّر میں ذرا وہ منظر لائیں

ایک ننھا منھا بچہ، اس قدر پیارا، اس قدر حسین وجمیل گویا شبیہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جسے دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جائے، وہ مقدّس بچہ جس کا جھولا جھولانے کیلئے جبرائیل امین حاضر خدمت ہو جائے، وہ ناز ونعم میں پلا جب مسکراتا ہوگا تو کیسے چمن میں بہار آجاتی ہوگی جب اپنے امی اور ابو کے ساتھ لیٹتا ہوگا تو کیسے راحتِ جاں کا ساماں میسّر آتا ہوگا۔ اپنے نانا محترم کے دوش مبارک پر سوار ہو کر کائنات کی کس قدر بلندیوں کو چھو لیتا ہوگا۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے چشم تصور میں سرِ مقتل اپنے نور العین کی شہادت کا تصور کتنا روح فرسا ہوگا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پایہ استقلال واستقامت کو داد دیجئے کہ آپ نے چھپّن برس شہادت کے انتظار میں بسر فرمائے۔ اتنا طویل عرصہ آپ اسی انتظار میں رہے کہ کب وقت آئے میں شہادت کو سینے سے لگاؤں۔

قارئین کرام! شہادت کوئی معمولی چیز نہیں۔ انسان کی جان جو اس کی سب سے

قیمتی متاع ہوتی ہے جس کے آرام وآسائش کا خیال رکھا جاتا ہے۔حُسن وجوانی کی حفاظت کی جاتی ہے۔مگر اپنی اس قیمتی متاع ''جان'' کواللہ کی رضا کی خاطر دین اسلام کی سربلندی کیلئے، ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحفظ کی خاطر قربان کر دینا یہی شہادت ہے۔اس راہ میں گردن کٹ سکتی ہے، بازوؤں کا نذرانہ پیش کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کمینہ دشمن شہید کے اعضاء کوریزہ ریزہ کردے وہ سمجھتا ہو کہ مجاہد کواذیت دے رہا ہے اس کے جسم کو پامال کررہا ہے،اس کے جسم کی بےحرمتی کررہا ہے،مگر رضائے الٰہی کے طالب کا مقام تو یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔اولیک علیہم صلوت من ربہم ورحمۃ

ترجمہ: یہی وہ خوش نصیب ہیں جن پراُن کے رب کی طرح طرح کی نوازشیں اور رحمت ہے۔

ایک آیت مبارکہ میں ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ (آل عمران: 169-170)

''اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ہرگز اِن کو مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں وہ تو خوشیاں منا رہے ہیں اُس فضل پر جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمایا ہے اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی اُن کو نہیں ملے کہ اُن پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم ہے۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش نظر خوفناک خونی مناظر روزِ روشن کی طرح عیاں تھے مگر آپ موت سے گھبرانے والے نہ تھے......ذرا سوچئے!وہ کس گود کے پالے تھے،اُن کی رگوں میں کس کا خون گردش کررہا تھا؟ آپ ابن زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حیدر کرار شیر خدا کے فرزند تھے آپ رضی اللہ عنہ مقتل کی پُرخار وادی سے پوری طرح واقف اور شہادت کی عظمتوں اور فضیلتوں سے بھرپور آشنا تھے۔میرے آقا رسول

مکرّم شفیع معظم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد گرامی کا مفہوم ہے کہ ''جب میدان جنگ میں اللہ رب العزت کی جانب سے لڑائی کرنے والا ایک صاحب ایمان کسی کافر سے برسرِ پیکار ہوتا ہے تو اللہ رب العزت جل شانہ کی رحمتوں کا اُس پر نزول ہونا شروع ہو جاتا ہے اور جب تک وہ مجاہد کافروں سے نبرد آزما رہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں جب وہ تیر، تلوار، بھالے یا جس بھی ہتھیار سے زخمی ہو کر مرتبہ شہادت تک پہنچتا ہے تو اُس شہید کے خون کا پہلا قطرہ بھی زمین پر نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس مجاہد کو اپنے دربار عالیہ میں قبول فرما لیتا ہے، اُس کے تمام گناہوں سے درگزر فرما کر اس کی تمام خطاؤں کو مٹا دیا جاتا ہے اور ربِ ذوالجلال کے حضور اُس کے درجات کو بلند فرما دیا جاتا ہے''۔ (ترمذی جلد اول 1745)

احایث مبارکہ میں یہ بہت مشہور واقعہ ہے کہ نبی محترم شفیع معظم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک جنگ میں جلوہ فرما تھے۔ میرے آقا علیہ السلام کے ایک غلام بڑھ چڑھ کر کفار کے ساتھ برسر پیکار تھے اُن کے جسم پر نیزوں، تلواروں اور تیروں کے کئی گھاؤ لگ رہے تھے جسم زخموں سے چور چور ہو رہا تھا رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اس غلام کی بہادری اور جانثاری پر تبسم فرما رہے تھے جبکہ دوسرے غلام اپنے آقا کے رُخِ زیبا کا نظارہ فرما رہے تھے میدان جنگ میں برسر پیکار مجاہد تیروں پر تیر کھا رہا ہے مگر میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے رخ زیبا پر ملال نہیں، غم کے آثار نہیں، دکھ محسوس نہیں فرما رہے بلکہ مسکراہٹ سے رُخِ انورَ کھل رہا ہے۔ یکا یک ایک ایسا تیر یا نیزہ آیا اور مجاہد کے جسم اطہر میں پیوست ہو گیا ضرب کاری لگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا اپنی جان کی بازی لگانے والا مجاہد گھوڑے سے زمین پر آ گرا۔ جب وہ گھوڑے سے زمین پر آ رہا تھا تو رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا رخ زیبا دوسری طرف فرما لیا۔

یہ دل خراش منظر دیکھ کر غلامانِ مصطفےٰ کی حالت غیر ہو گئی کہ ایک آدمی کی اس قدر

جانثاری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے کہ آناًفاناً رخ انور پھیر لیا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تجسّس بڑھا کہ آخر اس کا کیا سبب بنا؟ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئے اور آنے کا مدّعا بیان کیا کہ کیا سبب تھا کہ جب اس کو زخم لگ رہے تھے تیروں کی بارش سے زخمی ہو رہا تھا نیزوں کی انیّاں اُس کے جسم میں پیوست ہو رہی تھیں تلواروں کے گھاؤ لگ رہے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ جب وہ زخمی ہوکر گرا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا چہرۂ والضحیٰ دوسری جانب پھیر لیا۔کیا وہ مجاہد جنت میں نہیں گیا؟ کیا اُسے شہادت نصیب نہیں ہوئی۔؟

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:اے میرے صحابہ (علیہم الرضوان) یہ بات نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جب اُس پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی،تلواروں کی زد میں تھا نیزوں کے کچوکے کھا رہا تھا،تمہاری نظر میں اُسے زخم لگ رہے تھے۔لیکن میں نظر نبوت سے دیکھ رہا تھا کہ اُس پر اللہ رب العزّت کی رحمتوں کا نزول ہو رہا تھا۔ جنہیں دیکھ کر میں مسکرا رہا تھا،خوش ہو رہا تھا کہ میرا یہ غلام خدا کے دربار میں کس قدر مقبول ہے کہ انعاماتِ الٰہیہ کی بارش کا نزول ہو رہا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مگر جب وہ زمین پر گرا تو آپ نے اپنا رُخ انور کیوں پھیر لیا؟

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس کا بھی ایک سبب تھا کہ جب وہ تیر یا نیزہ کے لگنے سے گھوڑے کی زین سے زمین پر آیا تو میں نے زمین کی طرف نگاہ کی اور دیکھا کہ جنت کی حور جو جنت میں اُس کی بیوی بننے والی تھی وہ نیچے اپنی جھولی پھیلا کر بیٹھی منتظر تھی کہ وہ میری جھولی میں گرے جب میں نے دیکھا کہ اب اُس جنتی حور (بیوی) کا مجاہد خاوند اُس کی جھولی میں گر رہا ہے تو میں نے بوجہ حیاء اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔اللہ اکبر

کوئی اور شہید زمین پر آ رہا ہو تو جنتی حور اس کے استقبال کیلئے اپنا دامن پھیلا

دیتی ہے مگر قربان جائیں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے آپ کا مرتبہ کتنا ارفع واعلیٰ ہے کہ جب کربلا کے ریگزاروں میں آپ کا جسم اطہر زمین پر آ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دامن رحمت کو پھیلائے تشریف فرما تھے۔ سبحان اللہ۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آج دنیا میں کوئی انسان مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو وہ اس مصیبت سے بچنے کیلئے ہر حربہ اور ہر جائز و ناجائز طریقہ کار استعمال کرتا ہے جس سے وہ اس مصیبت و پریشانی سے بچ سکتا ہو لیکن زمانہ گواہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں جلوہ فرما ہیں۔ یزیدی لشکرِ جرار سامنے ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیش کش ہو رہی ہے آپ سے کوئی جھگڑا نہیں بات صرف اتنی ہے کہ یزید کی حکومت کو تسلیم کر کے اس کی بیعت کر لیجئے۔ یزید کو اپنا حاکم و راہنما تسلیم کر لیں یزید کو اپنا پیشوا تسلیم کر لیجئے آپ کی جان و مال عزت وآبرو سب محفوظ ہو جائے گا۔ آج کے زمانے میں اور اُس زمانے میں فرق صرف یہ ہے کہ آج منافقت کے ساتھ کام کئے جاتے ہیں اس زمانہ میں اعلانیہ ووٹ دیا جاتا تھا۔ چاہے مخالفت میں ہو یا موافقت میں۔

یزیدی حکومت کا صرف آپ سے ایک ہی مطالبہ تھا کہ یزید کو سربراہِ حکومت مان لیں۔ یزید نے کوئی دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا اور نہ ہی یزید کی نبوت پر کوئی ایمان لانے کا مطالبہ تھا۔ یزید نے فقط دعویٰ خلافت کیا تھا وہ کہتا تھا کہ مسلمانوں کا بادشاہ میں ہوں لیکن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برملا فرمایا تھا کہ وہ آدمی جو فاسق و فاجر ہو، زانی و بدکار ہو، جو محرمات کو یعنی حرام چیزوں کو حلال جانتا ہو۔ اعلانیہ شراب نوشی کرتا ہو جو بدکاری کا مرتکب ہو حسین ابن حیدر رضی اللہ عنہما اس کو اپنا حاکم تسلیم نہیں کرے گا۔ اس راہ میں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی گردن کٹ تو سکتی ہے جھک نہیں سکتی۔ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنا ہاتھ کٹوا تو لے گا مگر اُس کے ہاتھوں میں ہاتھ نہیں دے گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ حضرت

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاسق وفاجر کو اپنا ووٹ نہیں دیں گے، حضرت امام حسین رضی تعالیٰ اللہ عنہ نے برملا انکار کیا کہ میں تجھے امیر المومنین تسلیم نہیں کروں گا کیونکہ ایسے شخص کی بیعت کرنا قیامت تک کیلئے زمانے کیلئے حجتِ بن جائے گی۔ ایک دلیل بن جائے گی، یزید کی سیاہ کاریوں پر پردہ پڑ جائے گا، اس کا ظلم وستم چھپ جائے گا یزید کی جتنی بھی برائیاں ہیں وہ سب نیکیوں میں بدلی نظر آئیں گی۔ زمانے والے یہ کہیں گے اگر یزید بُرا ہوتا تو نواسۂ رسول جگرِ گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کبھی بھی یزید کی بیعت نہ کرتے۔ یزید اچھا تھا اُس کے تمام کام اچھے تھے اس لئے امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت کی تھی۔ زمانہ کہے گا بے حیائی کرنا جائز ہے کیونکہ بے حیا کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا سربراہ تسلیم کیا تھا۔ سب گناہ آلود کام اور شرعی حدود کی خلاف ورزی جو بھی یزید کرتا تھا یہ سب کام کرنے جائز ہیں، (معاذ اللہ تعالیٰ) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے انکار کر کے دنیا والوں کو یہ بتا دینا چاہتے تھے کہ اے دنیا والو! میری رگوں میں اُس حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون ہے۔ جنہوں نے کبھی بھی کسی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہمیشہ حق کا ساتھ دینے والا فرمایا۔

الحق مع العلی وعلی مع الحق علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے۔

ایک عظیم نقطہ:

غور فرمایئے! اگر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نقص ہوتا تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی اُن کی بیعت نہ کرتے اگر سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نقص ہوتا تو سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جان لڑا دیتے اور اُن کی بیعت نہ کرتے۔ اگر سیدنا عثمان ذوالنورین میں نقص پایا جاتا تو سیّدنا علی المرتضیٰ اُن کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جاتے اور اُن کی بیعت نہ فرماتے مگر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خلفاء عظّام کی بیعت بھی کی اور اُن کی مشاورت میں پیش پیش بھی رہے۔ اس لئے کہ آپ کے نزدیک وہ خلفاء برحق تھے۔

سوچیے: خاکم بدہن اگر خدانخواستہ ان خلفائے کرام میں نقص کے باوجود سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی تھی تو پھر سیّدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یزید کی بیعت کر لیتے اور کبھی انکار نہ فرماتے اس طرح اپنے پورے خاندان کو ذبح ہونے سے بچا لیتے۔ مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے زمانے بھر کو بتا دیا کہ ہمارے اسلاف نے کبھی بھی کسی فاسق وفاجر کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اُن پاک باز ہستیوں کا ساتھ دیا جو افضل واعلیٰ اور زمانے میں معزز تھے۔

سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ بلاتفریق حق کا ساتھ دیا اور باطل کی بیخ کنی فرمائی اور ثابت کر دیا کہ ابن حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کبھی باطل سے دب نہیں سکتے۔ جب تک حق تھا سیّدنا حسین ابن حیدر رضی اللہ عنہم سراپا اطاعت تھے جب حق کے بعد باطل قوتوں نے پاؤں جمانے کی کوششیں کیں تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان عمل میں آ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کش کی گئی، لالچ دیا گیا کہ اگر آپ یزید کو خلیفہ مان لیں تو آپ کو عزت وعظمت سے نوازا جائے گا۔ آپ کے قدموں میں مال ودولت کے انبار لگا دیئے جائیں گے۔ کسی علاقے کی حکمرانی کا تاج بھی آپ کے سر پر سجایا جائے گا۔ مگر نواسۂ رسول تو تمام دنیاوی جاہ وحشمت سے بے نیاز تھے۔ انہوں نے اُن کی تمام پیش کشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا کہ حسین حکومتی مظالم وجبر تو برداشت کر سکتا ہے، دین میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کر سکتا۔

نبی محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

غور فرمائیں! ایک عام مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے تو نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود کا پلا کس نور سے دیکھتا ہوگا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے؟ لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا کے تپتے ریگ

زاروں میں بھوکے، پیاسے رہ کر بھی دنیا، جان، مال، آل، اولاد، عزت و آبرو سبھی کچھ سپردِ خدا کر دیا۔ اس کڑے وقت میں کسی مصلحت کو پیشِ نظر نہ رکھا حتیٰ کہ اپنی جان کی بھی پروا نہیں فرمائی بلکہ ہر قسم کے دنیاوی لالچ کو ٹھکرا کر مردانہ وار بمعہ آل و اولاد و معصوم جگر گوشہ اور رفیقانِ سفر سب کے سب شہادت کے جام نوش فرما گئے۔

اس موقع پر واقعاتِ کربلا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ اس سانحہ عظیمہ کے تناظر میں اسوۂ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجاگر کرنا ہے۔ آیئے حقیقت حال سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے تاریخ کے چند اوراق پلٹتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان معرکہ آرائیاں، شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُمت مسلمہ نے خلافت کی ذمہ داری تفویض کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بھی صف آرا ہو گئے۔ نوبت مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں قتل و غارت تک پہنچ گئی تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلاف و امارت کی خاطر خونِ مسلم کو بہانا گوارا نہ فرمایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کی ذمہ داری سونپ کر دستبردار ہو گئے اور مدینہ منورہ واپس آ کر سکونت اختیار فرمائی۔ جبکہ اس وقت اسلامی دارالخلافہ عراق کا شہر کوفہ تھا۔ یاد رہے کہ کوفہ کو مرکز خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجب 36 ہجری میں جنگ جمل کے بعد قرار دے دیا تھا۔ اس کی تبدیلی کا سبب یہ تھا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں حرم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی توہین ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تقدّس کو شرانگیزیوں سے محفوظ بنانے کیلئے سیاسی مرکز یہاں سے ہٹ کر کوفہ مناسب سمجھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں کی بڑی تعداد عراق میں تھی اس

لئے سیاسی حیثیت سے کوفہ آپ کیلئے اہم مقام تھا۔(تاریخ اسلام: 307)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت سے ملک شام میں حاکم تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت تک برقرار رہے۔ آپ تقریباً ساڑھے بیس (20) سال شام کے گورنر رہے، پھر ساڑھے 19 سال شام پر حکومت کی۔ اس لئے انہیں دمشق میں کافی استحکام حاصل تھا انہوں نے اپنا دارالخلافہ دمشق کو برقرار رکھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران امارت خوشامدی، سازشی عناصر کے مشورہ پر اپنے بیٹے یزید کو خلافت کے لئے نامزد کر کے لوگوں سے اس کی بیعت لے لی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے کو اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پسند نہ فرمایا کیونکہ بنیادی طور پر یہ عمل خلافتِ راشدہ کی سنت کے خلاف اور اسلامی جمہوریت کی روح کے منافی تھا۔ اس لئے اسی وقت مدینہ منورہ میں اس فیصلے کی مخالفت کی گئی چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی شدت سے مخالفت کی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ''امیر المومنین نے انتخاب کا جو طریقہ اختیار کیا ہے یہ سنّتِ خلفاء راشدین نہیں بلکہ یہ تو قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے جو ہمارے لئے قابل قبول نہیں''۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واضح طور پر فرمایا کہ ''ہمارے لئے خلفیہ کے انتخاب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفاء راشدین کے طریقے کے سوا اور کوئی طریقہ پسندیدہ نہیں ہوسکتا''۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تعالیٰ نے بھی اس فیصلے کی بھرپور مخالفت فرمائی اور کہا کہ ''یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کیلئے نہیں بلکہ بربادی کیلئے کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح تو خلافتِ اسلامیہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت سے مشابہ ہو جائے گی کہ باپ کے بعد

بیٹا تخت نشین ہو‘‘۔ تاریخی حقائق نے یہ ثابت کر دیا کہ وہی ہوا جس خدشہ کا اظہار حضرت امام عالی مقام اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یزید کی ولی عہدی پر بیعت کروانا چاہی تو مدینہ منورہ سے آئے وفد کے رکن محمد بن عمرو بن حزم نے کھڑے ہو کر کہا: امیر المومنین! آپ یزید کو خلیفہ تو بناتے ہیں لیکن ذرا اس پر بھی خیال فرما لیں کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے اس فعل کا اللہ تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ محمد بن عمرو بن حزم کے ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام بھی یزید کی خلافت سے خوش نہ تھے اور اس کی خلافت کے جوئے کو اپنی گردن پر رکھنے کے لئے تیار نہ تھے۔

رجب 60ھ کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اُن کا 34 سالہ (ولی عہد) بیٹا یزید تخت نشین ہوا۔ اُس کو مدینہ منورہ کے اکابر صحابہ کرام کے بارے بڑی تشویش تھی کیونکہ انہوں نے پہلے دن سے ہی یزید کی ولی عہدی کو تسلیم نہیں کیا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے کی برملا مخالفت کی تھی۔ اس لئے یزید کے لئے حکومت کے استحکام کے لئے ان بزرگوں کی بیعت بہت ضروری تھی۔ خصوصاً حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی حکومت کیلئے خطرہ سمجھتا تھا۔ اسے ان دو کی جانب سے دعویٰ خلافت کا یقین تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بوقت وصال یزید کو انہی دو اصحاب کے بارے ہوشیار رہنے کی خصوصی نصیحت کی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے خصوصی کہا کہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبک وضع آدمی ہیں اور مجھے امید ہے جن لوگوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور ان کے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا خدا انہی لوگوں کے ذریعے سے تجھے حسین کی فکر سے نجات دے گا اور اس میں شک نہیں کہ ان کو قربت قریبہ حاصل ہے یہ بہت بڑا ان کا حق ہے

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یگانوں میں ہیں، میرا گمان ہے اہل عراق اُن کو خروج پر آمادہ کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے لہٰذا اُن پر قابو پانا تو معاف کر دینا، میرے پاس کوئی شخص آتا تو میں بھی معاف کر دیتا تھا۔ (طبری) لیکن افسوس یزید نے اپنے باپ کی وصیت کا پاس نہ رکھا۔ حاکمِ مدینہ نے جب آپ سے یزید کی بیعت کا تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی میری بیعت کے لئے جلدی نہ کیجئے میں سوچ کر فیصلہ کروں گا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی غیر شرعی موروثی بادشاہت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے لیکن مدینہ منورہ میں بیعت کئے بغیر رہنا بہت دشوار تھا۔ اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی محمد بن حنیفہ کے مشورہ سے خفیہ طور پر شعبان 60ھ میں بمعہ اہل وعیال مکہ مکرمہ کیلئے رختِ سفر باندھا۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے یزیدی پیروکاروں سے مقابلے کی صورت میں حرم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تقدس پامال ہوتا۔ جو آپ کو گوارا نہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مدینہ منورہ سے دوری کو گوارا کیا ۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کو مسکن بنایا اور آپ حرم کعبہ کے سائے میں چلے آئے ۔یعنی حرم کعبہ امن کی جگہ ہے۔ اسی لئے مکہ مکرمہ میں تشریف لے آئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یزیدی حکومت کو جھانسہ دے کر مکہ مکرمہ میں آ بسے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی چند روز کے بعد مکہ میں آ گئے ۔شرفائے اہل مکہ نے ان بزرگ اصحاب کے آتے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور یزید کے مقرر کردہ عامل کو قید میں ڈال دیا۔ یزید نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکہ کی حکومت واپس لینے کی سرتوڑ کوششیں کیں مگر ناکام رہا۔ اس دوران حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر ملاقات فرماتے رہتے اور صورت حال پر مشورہ بھی کرتے تھے۔

قرائن سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے خلافت کی بیعت نہیں لی تھی بلکہ اس بیعت کا منشاء صرف یہ تھا کہ یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے۔ اور ''جب تک عالمِ اسلام کے لئے متفقہ طور پر خلیفہ کا تعین نہ ہو'' اس وقت تک امن وامان اور انتظام قائم کرنے کے لئے عبداللہ بن زبیر مکہ کے حاکم تسلیم کئے جائیں۔

اہل کوفہ کو جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکہ مکرمہ آمد کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطوط پر خطوط لکھنے شروع کر دیئے چونکہ کوفہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں کا مسکن تھا۔ وہ پہلے بھی خط وکتابت کے ذریعے آپ سے محبت وعقیدت کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ جب یزید کی حکومت قائم ہوئی تو اہل کوفہ نے سلیمان بن صرد کے مکان پر جمع ہو کر اس قرارداد پر اتفاق کیا کہ ''یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ میں بلالیا جائے۔''

اہل کوفہ نے ایک خط عبد بن مسمع ہمانی، عبداللہ بن وال کی معرفت مکہ مکرمہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب روانہ کیا۔ یہ خط آپ کو 13 رمضان المبارک کو پیش کیا گیا۔ خط میں سابقہ حکومت کی خرابیوں کوتاہیوں اور ریشہ دوانیاں بیان کرنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض گزار ہوئے کہ:

ہم لوگوں کو ہدایت کرنے والا کوئی نہیں آپ تشریف لایئے شاید آپکی وجہ سے خدا ہم سب کو حق پر یک جا کر دے۔ (طبری 150) جلاء العیون ملاں باقر مجلسی ایرانی)

انہوں نے کہا ''کوفہ وعراق میں ایک لاکھ سپاہ موجود ہے۔ وہ سب کے سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں ہم آپ کو حقدارِ خلافت یقین کرتے ہیں۔ یزید تو کسی طرح بھی آپ کے مقابلے میں خلافت کا استحقاق نہیں رکھتا۔ یہ موقع ہے دیر مطلق نہ کیجئے ہم یزید کو قتل کر کے آپ کو تمام عالم اسلام کا تنہا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں ہمارے سرآوردہ لوگوں نے یزید کے عامل یعنی نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنی

بھی ترک کردی ہے کیونکہ ہم امامت کا مستحق آپ کواور آپ کے نائبین کو سمجھتے ہیں۔"

(تاریخ اسلام جلد 1 ص 606 اکبر شاہ نجیب آبادی)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مکہ میں اس مضمون کے خطوط مسلسل پہنچنے شروع ہو گئے۔ان خطوط کے جواب میں آپ نے فرمایا"جس امر کیلئے تمہارے قاصد میرے پاس آئے ہیں اور جو مضامین تمہارے ان خطوں میں میں نے پڑھے ہیں تو میں بہت جلد انشاء اللہ تمہارے پاس آ جاؤں گا۔" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رہنمائے قوم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا"اپنی جان کی قسم! رہنمائے قوم وہی شخص ہو سکتا ہے جو قرآن پر عمل کرے عدل کرتا رہے حق کا طرفدار ہو اور ذات خداوندی پر توکل رکھے"۔(طبری 151)

الغرض جب وفود وخطوط کی کثرت ہوگئی اور اہل کوفہ کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نیابت وتحقیق حال کیلئے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ روانہ فرمایا۔حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے چچا عقیل بن ابی طالب کے صاحبزادے تھے۔ان کی زوجیت میں سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھیں۔اس اعتبار سے آپ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی بھی ہیں۔آپ کے کوفہ پہنچنے پر اہلِ کوفہ نے آپ کا والہانہ استقبال کیا چند ہی یوم میں کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے بیعت کر لی جب بیعت کنندگان کی تعداد بارہ ہزار بروایت دیگر اٹھارہ ہزار بائیس یا چالیس ہزار ہوگئی تو حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطمئن ہو کر شہزادہ کونین حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عریضہ روانہ کر دیا۔جس میں اہل کوفہ کی پر جوش عقیدت اور بیعت کے تذکروں کے ساتھ ساتھ تشریف لانے کی گزارش بھی کی گئی تھی۔ یزیدی حکومت کو جب اہل کوفہ کے بدلتے حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے ابن زیاد کو کوفہ

بھیج کر اس تحریک کو دبانے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ تمام بڑے بڑے لوگوں کو ڈرا دھمکا کر مال وزر کا لالچ دیا لہٰذا اہل کوفہ بے وفائی کرتے ہوئے بیعت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منحرف ہو گئے۔ ابن زیاد نے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے صاحبزادوں کو شہید کر دیا۔ حضرت ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو پناہ دینے کوشش کی تو انہیں بھی دشمنان اہل بیت اور اقتدار کے پجاریوں نے شہادت کا جام پلا کر ابدی نیند سلا دیا ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کے جسموں کو دار پر لٹکا دیں اور سروں کو یزید کے پاس دمشق لے جائیں۔

شہزادہ کونین جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تسلی بخش خط کے پیش نظر کوفہ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ تشریف لے جانے کے بارے شہرت ہوئی تو عمر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا کیونکہ اہل کوفہ نے حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بے وفائی کی تھی۔ ان اصحاب کو تشویش تھی کہ یہ لوگ ویسی ہی تاریخ نہ دوہرائیں۔ جس سے آپ کی جان کو خطرہ ہو۔ مگر امام عالی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج شب استخارہ کروں گا۔ پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہوتا ہے۔ آخر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں (ابن خلدون کے مطابق 10 ذوالحجہ کو) 60ھ بعض روایتوں کے مطابق 3، بعض کے مطابق 8 ذوالحجہ 60ھ کو بمع اہل بیت اطہار کہ جن میں محترم خواتین اور بچے بھی شامل تھے مکہ مکرمہ سے جانب کوفہ روانہ ہوئے۔ یحییٰ بن سعید (برادر حاکم مکہ عمرو بن سعید) اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما دونوں نے مکہ واپسی پر اصرار کیا کہ مکہ سے نہ جائیں مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ عذر پیش کیا کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جو حکم انہوں نے دیا ہے اسے بجالاؤں گا اس میں ضرر ہو یا نفع ہو۔''

انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا خواب ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''نہ میں نے کسی سے بیان کیا اور نہ بیان کروں گا یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملاقات کروں گا۔''

(تاریخ طبری:176)

گویا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آئندہ پیش آمدہ حالات وواقعات کا ادراک وعلم تھا۔اور اپنی شہادت کا بھی یقین تھا۔

تاریخ کامل میں ہے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر اور حضرت عون ومحمد کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک خط کے ذریعے آپ کو مکہ واپس تشریف لانے کی استدعا فرمائی۔آپ کی اہمیت وعظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ان ھلکت الیوم طفی نور الارض فانک علم المھتدین ورج المؤمنین۔ (کامل ۳/ ۲۷۷)

''اگر آپ شہید ہوگئے تو دنیا اندھیر ہوجائے گی،اس وقت آپ ہدایت یافتہ لوگوں کے امام ہیں اور مسلمانوں کی امیدیں آپ ہی سے وابستہ ہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے جانے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ:

''حرم کا ایک مینڈھا ہے جس کی وجہ سے حرم کی حرمت اُٹھ جائے گی، میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہوں گا۔'' اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام خطرات ومصائب سے آگاہ ہونے کے باوجود مکہ سے کوفہ ہجرت کر کے کعبہ کے تقدس پر آنچ نہ آنے دی۔

(تاریخ اسلام 413/1 ترمذی)

غور طلب امر یہ ہے کہ پاپیادہ پچیس حج کرنے والے نواسہ رسول ایام حج کے

دوران حرم کعبہ کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔ دراصل آپ کے پیشِ نظر یہ اندیشہ کارفرما تھا کہ حج کے دوران دشمن کسی سازش کے تحت آپ کو جانی نقصان پہنچا سکتا ہے جس سے نیا فتنہ کھڑا ہو جائے گا اور حرم کعبہ خونریزی کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

دوسرا سبب یہ تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمت مسلمہ کے عالمی اجتماع کے موقع پر ایک مختلف سمت روانہ ہو کر پوری اُمت کو یہ واضح پیغام دینا چاہتے تھے کہ موجودہ حکومت شریعت کی ہدایت اور اُمت کی روایت کے خلاف جابرانہ حکومت ہے۔ ظلم اور جبر کے خلاف اقدام نفل حج سے زیادہ اہم عبادت ہے۔ اس لئے جن لوگوں کے ذہنوں میں یہ خدشات جنم لیتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حصولِ اقتدار کیلئے کوفہ تشریف لے گئے اور انہوں نے یزید کی حکومت کے خلاف خروج کیا تھا۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی فوجوں سے جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے تھے اگر جنگ کا اراددہ ہوتا تو آپ باقاعدہ جنگی منصوبہ بندی کے ساتھ حامیانِ بنو ہاشم کا ایک جمِ غفیر ساتھ لے جا سکتے تھے۔ اگر جنگ وجدل ہی کا ارادہ ہوتا تو یوں بے یارومددگار عورتوں اور بچوں سمیت کوفہ روانہ نہ ہوتے بلکہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں فتویٰ دیا ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک یزید مسندِ خلافت پر متمکن ہی نہ ہوا تھا۔ یعنی اُسے خلفیۃ المسلمین کہا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ ابن تیمیہ کے الفاظ یہ ہیں:

والحسين استشهد قبل ان يتولى يزيد على شي من الخلافة (منہاج السنۃ ۲/۲۳۹)

جب یہ بات ثابت ہوئی کہ یزید منصب خلافت پر فائز ہی نہ تھا نہ ہی اس پر اُمت کا اجماع ہوا تھا اس لئے اس کی حکومت جبری تھی جب کہ جبری اقتدار غیر آئینی ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام اس کے خلاف خروج نہ ہوا۔ بلکہ جبرواستبداد کے خلاف اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا تھا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے احباب واعزہ نے کوفہ جانے سے روکا۔ لیکن آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عزم پر قائم رہے اور وہی ہوا جس کا خدشہ تھا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بات تسلیم کر لینی چاہئے تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو جن احباب نے کوفہ راونگی سے روکا ان کا روکنا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ آپ کے موقف کو غلط سمجھتے تھے ان کا روکنا اس وجہ سے تھا کہ اس وقت آپ کا واسطہ بے مروّت، بے لحاظ، خودغرض ابن الوقت، جاہ پرست بے وفالوگوں سے ہے ایسا نہ ہو کہ ''ان تقاد فی عثمان(ابن کثیر ۱۶۴/۸)

یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو قصاص عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہانے قتل کر ڈالیں۔

اگرچہ مخلصین کے یہ اندیشے بالکل صحیح ثابت ہوئے لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام خطرات کے باوجود عزیمت کی راہ اپنائی، کیونکہ ایک طرف ذاتی خطرات تھے دوسری طرف اُمت کا مفاد تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ذات کو اُمت کے مفاد پر قربان کر دیا۔ اور اُمت کی خاطر اپنی ذات وہی قربان کر سکتا تھا جن کی رگوں میں ''اُمتی اُمتی'' کی فریاد کرنے والے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خون دوڑ رہا ہو یا جو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے والے علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرزند ہو۔

ایسے پرخطر معاملات میں رخصت کیلئے تو عذر ہوتا ہے عزیمت کے لئے نہیں، اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب عزیمت تھے۔

یزید کے نمائندہ حصین بن نمیر نے قادسیہ سے حر بن یزید تمیمی کو ایک ہزار سپاہ کا سالار بنا کر بھیجا تا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ آنے سے روکا جائے۔ حر بن یزید تمیمی نے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ جانے سے روکنا چاہا تو، حضرت امام حسین رضی تعالیٰ اللہ عنہ نے مقام بیضہ میں حر کے ساتھیوں اور اپنے ہمراہیوں کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں حالات کا بھرپور تجزیہ فرمایا اور اپنے کوفہ آنے کی وجوہات بیان فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو

ظالم ہے، اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑتا ہے، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرتا ہے اور دیکھنے والے کو اس پر اپنے عمل اور قول سے غیرت نہ آئی تو اللہ تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ اس بادشاہ کی بجائے اس دیکھنے والے کو جہنم میں داخل کردے۔

تم اچھی طرح سمجھ لو کہ ان لوگوں (صاحب اقتدار) نے شیطان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور زمین پر فتنہ فساد پھیلا رکھا ہے۔ حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا ہے اور مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اس لئے مجھے ان باتوں پر غیرت آنے کا زیادہ حق ہے''۔ یہ تھے وہ اسباب جنہوں نے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان کربلا کے ویرانوں میں آنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی و فقہی مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا وہ ٹکڑا ہیں جنہوں نے زبان رسالت کو چوسا ہوا تھا۔ اور لسانِ نبوت کے اثرات نے آپ کے خمیر کو روشنی و تابندگی بخشی ہوئی تھی۔ اس وقت آپ گلشن بتول رضی اللہ عنہا کے وہ واحد پھول تھے جو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کے حقیقی وارث تھے۔ اسی لئے آپ ہی کا فرض بنتا تھا کہ اگر کوئی غاصب حکومت پر قابض ہو کر ظلم وستم کا بازار گرم کردے تو اُس کے خلاف نبرد آزما ہو کر اُمتِ مسلمہ کو اُس کی چیرہ دستیوں سے بچایا جائے اور امورِ مملکت اسلامیہ کو عین شرعی طریقوں کے مطابق چلایا جائے۔ اس اعتبار سے حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اقدام عین تعلیماتِ اسلامیہ کے مطابق تھا۔ حق بھی یہی ہے کہ اُس وقت آپ سے زیادہ شرعی تقاضوں کا کون واقف ہوسکتا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ سے کوفہ کی جانب روانگی سے یزیدی

حکومت میں بھونچال آ گیا وہ ہر حربہ استعمال کررہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس راستے سے ہٹادیا جائے۔ان ہی مقاصد کی تکمیل کیلئے کوفہ کے نئے گورنر ابن زیاد کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ابن زیاد نے عمرو بن سعد کے زیر کمان چار ہزار سپاہ کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب روانہ کردیا۔حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلہ کا عمرو بن سعد کے لشکر سے سامنا ہوا تو عمرو بن سعد نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوفہ آنے کا مقصد دریافت کیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کوفیوں کے بلاوا کے تحت آیا ہوں۔

ابن سعد نے کہا کہ ”بیشک آپ یزید کے مقابلے میں زیادہ مستحق خلافت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ آپ کے خاندان میں حکومت و خلافت آئے۔حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات آپ کے سامنے گزر چکے ہیں۔اگر آپ اس سلطنت وحکومت کا خیال چھوڑ دیں تو بڑی آسانی سے آزاد ہو سکتے ہیں ورنہ آپ کی جان کو خطرہ ہے اور ہم لوگ آپ کی گرفتاری پر مامور ہیں“۔(تاریخ اسلام نجیب 618)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعد سے فرمایا:

”تین باتوں میں سے ایک اختیار کرلو۔یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو۔یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو“ عمرو بن سعد نے اس بات کو قبول کرلیا جب اس پیش کش کا ابن زیاد کو علم ہوا تو اس نے عمرو بن سعد کو لکھا کہ وہ جب تک اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں نہ پکڑا دیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ تو کبھی نہیں ہوسکتا۔(طبری 177)

ایک روایت میں نے کہ جب عمرو بن سعد نے ابن زیاد کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عزائم سے آگاہ کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اگر کوفیوں کو میرا آنا ناگوار ہے اور قاصدوں کے ذریعے جو پیغام بھیجے ہیں اب اس کے خلاف ان کی رائے ہوگئی ہے تو میں واپس لوٹ جاتا ہوں۔

ابن زیاد کو جب یہ خط سنایا گیا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

الان اذ علقت و خالینا به

یَرْجُوْ النَجَات ولات حین منا

ترجمہ: جب ہمارے پنجہ میں پھنس گئے تو نکلنا چاہتے ہیں اب تو ان کے لئے نجات نہیں۔(طبری192)

ان روایات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یزیدی ٹولہ آپ کے وجود مسعود کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں کر پا رہا ہے وہ سمجھتے تھے کہ ان کی وجہ سے ہماری حکومت کا خاتمہ یقینی ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے عزائم سے بخوبی آ گاہ تھے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن اسماعیل نے انہیں جعفر بن سلیمان نے انہیں یزید بن رشک نے انہیں اس شخص نے جس نے خود حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلام کیا تھا بتایا کہ میں نے ایک کھلی زمین میں خیمے لگے ہوئے دیکھے۔ میں نے پوچھا یہ خیمے کس کے ہیں۔لوگوں نے کہا یہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمے ہیں۔ میں ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ ایک شیخ قرآن کریم پڑھ رہے ہیں اور ان کے رخساروں اور داڑھی پر آنسو بہہ رہے ہیں میں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے فرزند میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کیا چیز اس صحرا میں لے آئی ہے جہاں کوئی بھی نہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تھیلے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ اہل کوفہ کے میری طرف خطوط ہیں میرا یہی گمان ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے والے ہیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کوئی حرمت نہیں مانگی مگر یہ کہ اس کی بے حرمتی کی۔ اللہ تعالیٰ ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل کرے گا یہاں تک کہ وہ باندی کی اوڑھنی سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔(تاریخ ابن کثیر جلد 4 ص 655)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم

یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ یہ گوشت کا لوتھڑا میرے پیٹ سے نکال لیں............

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدشات بالکل درست ثابت ہوئے کہ شہادت کے بعد انہوں نے آپ کے سر اقدس کو تنِ نازنین سے جدا کیا اور شہدائے کربلا کے اجسامِ مقدسہ پر گھوڑے دوڑائے۔ان پرخطر اور جان لیوا حالات کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل بیت کے مرد وزن میں سے کوئی بھی خوف زدہ نہیں ہوا۔کسی نے بھی اپنی جان کی پرواہ نہ کی اور نہ ہی امام عالی مقام سے کسی قسم کا شکوہ شکایت کیا بلکہ سبھی رفیقان سفر جواں ہمت اور پرعزم تھے کہ وہ راہ حق پر ہیں۔تاریخ طبری میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوران سفر ذرا اونگھ آ گئی پھر چونک کر فرمایا: **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون والحمد للّٰہ رب العالمین** دفعہ یا تین بار آپ نے یہی کلمات دوہرائے۔

یہ سن کر آپ کے فرزند حضرت علی بن الحسین (حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھوڑا بڑھا کر آپ کے قریب آئے اور عرض کرنے لگے" بابا جان میں آپ پر فدا ہو جاؤں !اس وقت آپ نے یہ کلمات کیوں فرمائے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: بیٹے ذرا میری آنکھ لگ گئی تھی میں نے ایک سوار کو اپنے گھوڑے پر دیکھا اس نے کہا:

"لوگ تو چلے جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔"

اس سے میں سمجھ گیا کہ ہمیں موت کی خبر سنائی گئی ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: بابا جان خدا آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے کیا ہم لوگ حق پر نہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا"قسم ہے اسی خدا کی جس کے پاس سب کو جانا ہے،ہم حق پر ہیں۔حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا" پھر ہمیں کچھ پروا نہیں مریں گے تو حق پر مریں گے۔بیٹے کی بات سن کر آپ نے فرمایا: **جزاک اللّٰہ تعالیٰ** باپ کی طرف سے فرزند کو جو بہتری مل سکتی ہے وہ تم کو ملے۔(طبری189/4)

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزیز و اقارب پر یزیدی ہتھکنڈے بڑھے تو

ظالموں نے نہر فرات پر پہرے بٹھا دیئے تا کہ ان کو پیاسا رکھا جائے۔ تا کہ یہ بیعتِ یزید پر مجبور ہو جائیں۔ مگر اس موقع پر آپ اور آپ کے جانثاروں نے انتہائی صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔ جب پانی بند ہوئے دو روز گزر چکے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا کی حمد وثنا کے بعد ساتھیوں سے فرمایا:

''جو مصیبت ہم پر پڑی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا بدل گئی ہے اس کی نیکی رخصت ہوگئی ہے اور بہت تلخ ہوگئی ہے اس میں صرف اس قدر نیکی رہ گئی ہے جیسے برتن میں تلچھٹ رہ جائے۔ یا جیسے چراہ گاہ کی زہریلی گھاس، تم دیکھتے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے اجتناب نہیں کیا جاتا۔ مومن کو چاہیئے کہ لِقاءِ باری تعالیٰ کی سچی خواہش کرے۔ میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ جینا وبال۔'' (حدیقۃ الاولیاء)

شبِ عاشورہ اپنے ساتھیوں کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ ''میں نے دشمنانِ دین سے انتہائی کوشش کی کہ وہ جنگ سے باز آ جائیں اور مجھ سے تعرض نہ کریں اگر انہیں مجھ سے خطرہ ہے تو میں ان کا راستہ چھوڑ دیتا ہوں اور چلا جاتا ہوں لیکن وہ بضد ہیں کہ میں یزید کی بیعت کروں یا شہادت حاصل کروں۔''

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اسلام کی خاطر اپنی جان پر کھیل جانا بہتر سمجھتا ہوں، غیرت مند اور اولعزم انسان کا یہی شیوہ ہے۔ میں نے ان سے ایک شب کی مہلت مانگی ہے تا کہ رب العزت کے حضور پیش ہونے سے قبل اس کے حضور سجدہ شکر ادا کرسکوں۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر درج ذیل خطبہ ارشاد فرمایا جس کی دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کہ تم سب چلے جاؤ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے کسی شخص کا ہاتھ پکڑے اور رات کی تاریکی میں منتشر ہو جائے۔ مجھے ان دشمنوں کے ساتھ تنہا چھوڑ دو یہ میرے سوا کسی اور کو نہیں چاہتے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ کے بعد خیمے کا چراغ

گل کروادیا تا کہ جانے والا کوئی شرم محسوس نہ کرے مجمع پر ایک سکوت طاری ہو گیا اور ہر شخص دم بخود تھا۔ انصاران حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیویوں نے جب خاموشی کا یہ عالم دیکھا تو سمجھیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب چھوڑ کر عالم تاریکی میں گم ہو گئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے بلند آواز سے پکارا کر کہا۔

''اے جانے والو اپنی تلواریں ہمیں دیتے جاؤ اور ہماری چوڑیاں تم پہن لو۔''

اس پر جوانوں نے اپنی تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا اور نیام گھٹنے سے لگا کر توڑ دیئے اور بوڑھوں نے اپنی پگڑیاں اتار کر کمروں میں باندھ لیں تا کہ ان کی جھکی ہوئی کمریں سیدھی ہو جائیں اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا:

''یا ابن رسول اللہ چراغ جلانے کا حکم دیجئے ورنہ ہم تلواروں سے اپنی ہی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں گے ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں ہم اس عالم میں اگر آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تو روزِ قیامت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چراغ جلانے کا حکم دیا۔ روشنی کے بعد دیکھا کہ انصاران باصفا و باوفا پر رقت کا عالم طاری ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جانثاروں کی مدح فرمائی اور جب سب اپنے اپنے خیموں میں واپس جانے لگے تو شہزادہ کونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں السّلام علیکم یا اولیاء اللہ کہہ کر سلام کیا، واقعی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے باوفا انصار کسی کو نصیب نہ ہوئے، سوچیئے کیا ایسے باوفا انصار مادی قوتوں کے آگے سرنگوں ہو سکتے تھے؟ ہرگز نہیں، یہ امام عالی مرتبت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کی بیّن دلیل ہے کہ حقانیت کیلئے چند نفوس قدسیہ کو لے کر ہزاروں جنگجوؤں سے ٹکرا گئے۔

دیار صبر میں اشکوں کی روشنی کو دیکھ
حسینیت کے چراغوں میں خون جلتا ہے
جہانِ عشق میں ہے مقام صبر حسین

لرز لرز کے جہاں آسمان سنبھلتا ہے

ایک روایت میں ہے کہ اسی شب تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص طرماح بن عدی جو اس نواح میں آیا ہوا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن سعد کے لشکروں کا حال سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض گزار ہوا کہ آپ تنہا میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ایک ایسے راستے سے لے چلوں گا کہ کسی کو مطلق خبر نہ ہو سکے گی اور اپنے قبیلے بنی طے میں لے جا کر پانچ ہزار آدمی اپنے قبیلہ کے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ آپ ان پانچ ہزار سے جو کام چاہیں لیں۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابھی ان سب سے کہا تھا کہ مجھ کو تنہا چھوڑ کر تم سب چلے جاؤ تو انہوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر تنہا اپنی جان بچا کر نکل جاؤں۔ آپ کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو تو وہ کچھ کہیں گے نہیں۔ جیسا کہ آپ فرما چکے ہیں۔ وہ تو تنہا آپ کے دشمن ہیں لہٰذا آپ اپنی جان بچانے کے لئے نکل جائیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عزیزوں اور قریبی رشتہ داروں کے بغیر کوئی چیز گوارا نہیں ہو سکتی۔ میں بغیر آپ لوگوں کی معیت کے اپنی جان بچانے کے لئے ہرگز نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اس شخص کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ (تاریخ اسلام ج اول ص: 622، اکبر شاہ نجیب آبادی)

یزیدی لشکر کے پہلے سالار حر بن یزید ریاحی پر صورت حال واضح ہوئی اور حق آشکار ہو گیا تو حر کے قلب پر حق وصداقت اور سادات کرام کی مودّت نے غلبہ پالیا۔ وہ یزیدی لشکر چھوڑ کر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔

''یا ابن رسول اللہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا جو راستہ بھر آپ کے ساتھ ساتھ پھرا۔ جس نے آپ کو اسی جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ قسم ہے خدا وحدہٗ لاشریک کی میں قطعاً یہ نہ سمجھا تھا کہ جتنی باتیں آپ ان لوگوں کے

سامنے پیش کریں گے یہ ان میں سے کسی کو نہ مانیں گے اور یہاں تک نوبت آ جائے گی......

خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ یہ لوگ آپ کی کوئی بات قبول نہیں کریں گے تو میں اس امر کا مرتکب نہ ہوتا۔ حضرت حر نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے مزید عرض کیا:

مجھ سے جو قصور ہو گیا ہے میں خدا کے سامنے اس کی توبہ کرنے کو اور اپنی جان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں فدا کرنے کو آیا ہوں۔ میں آپ کے سامنے ہی مرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ فرمایئے کہ اس طرح کی ہوئی توبہ قبول ہو گی''؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں خدا تیری توبہ کو قبول کرے گا اور تجھے بخش دے گا۔ غور فرمائیں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتنا یقین کامل تھا اس کی قبولیت توبہ بخشش کا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا ''حر'' (آزاد)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو آزاد ہے تیری ماں نے جس طرح تیرا نام آزاد رکھا انشاء اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تو آزاد ہے..... خدا تم پر رحم فرمائے۔

حضرت حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکرِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شامل ہو کر اپنی آخرت کو سنوار لیا اور حیاتِ جاوداں پا گئے۔ حضرت حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفیوں کی جانب متوجہ ہوئے انہیں ان کے وعدے یاد دلائے انہیں مودّتِ اہلِ بیت پر ابھارا۔ مگر وہ بد بخت شقی القب تھے انہوں نے حضرت حر کی باتوں کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ حضرت حر نے اہلِ کوفہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''خدا تم کو ہلاک اور تباہ کرے کہ تم نے انہیں بلایا اور جب وہ چلے آئے تو انہیں دشمن کے حوالے کر دیا تم کہتے تھے کہ ان پر ہم اپنی جان نثار کریں گے اور اب انہی پر ان کو قتل کرنے کیلئے حملہ کر رہے ہو ان کا تم نے محاصرہ کر رکھا ہے اور ان کا پانی بند کر دیا، ان کو چہار جانب سے گھیر لیا ان کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نہ نکل جانے دیا کہ وہ اور ان کے اہلِ بیت امن سے رہتے۔ اب وہ قیدی کی طرح تمہارے ہاتھ آ گئے

ہیں......تم نے ان کو ان کے اہل حرم کو ان کے بچوں کو، ان کے ساتھیوں کو بہتے ہوئے آبِ فرات سے روکا جسے یہودی، مجوسی ونصرانی پیا کرتے ہیں اور اس میدان کے سوّر اور کتے اس میں لوٹا کرتے ہیں۔اب پیاس کی شدت نے ان سب لوگوں کو ہلاک کر رکھا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرّیّت سے ان کے بعد کیا برا سلوک تم نے کیا۔

یادرکھو! اگر آج کے دن اسی وقت تم اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور تم نے توبہ نہ کی تو خدا تمہیں محشر کی پیاس میں سیراب نہ کرے۔''

حضرت حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے ضمیر و بے وفا کوفیوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا، انہیں غیرت دلائی مگر ان کا ضمیر مر چکا تھا، ان کی غیرت چند ٹکوں کے عوض نیلام ہو چکی تھی۔ دنیاوی جاہ وجلال نے ان کی قلب ونظر کی بینائی چھین لی تھی۔

حضرت حر کی یہ باتیں مردہ دل کوفیوں پر گراں گزریں اور اس کی پیادہ فوجوں نے ان پر تیروں کی بارش کر دی حضرت حر وہاں سے پلٹے اور حضور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔(تاریخ طبری 205/206)

اسوۂ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مقتل ایک پہلو ملاحظہ ہو:

میدان کربلا میں ابن حیدر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تاریخی خطاب:

جب دونوں طرف سے فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہو گئیں اور شقی القلب یزیدی قتل اہل بیت پر تل گئے تو سید الشہداء، سید شباب اہل الجنة حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔راوی کہتا ہے: میں نے کسی کی ایسی فصیح وبلیغ تقریر نہ اس سے پہلے کبھی سنی تھی اور نہ اس کے بعد ہی سنی۔(طبری)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! جنگ میں اتنی جلدی نہ کرو، پہلے میری بات غور سے سنو! مجھ پر واجب ہے کہ میں تم کو سمجھاؤں اور اپنے آنے کا سبب بیان کروں پھر اگر میں سچ کہوں تو میری بات

کی تصدیق کرو، اس میں تمہاری سعادت مندی ہے لیکن اگر تم میرا عذر قبول کرنے کیلئے تیار نہیں تو پھر جو چاہو کرو، دراصل میں ہر چیز کو واضح کر دینا چاہتا ہوں تاکہ کوئی بات شبہ میں نہ رہے بے شک میرا اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہے۔ کہ جس نے قرآن مجید کو نازل فرمایا:

پھر فرمایا لوگو! میرے نسب پر غور کرو دیکھو میں کون ہوں؟ غور کرو کہ کیا میرا قتل تمہیں جائز ہے؟ یہ فرماتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پورے حسب و نسب کا ذکر فرمایا۔ زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بیان کی گئی شان سے لوگوں کو مطلع فرما کر ارشاد فرمایا:

ان احادیث رسول کی تصدیق تم صحابہ کرام سے کرلو۔ اگر تمہیں شک ہو کہ خدا نخواستہ میں نے جھوٹی حدیث گھڑی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم جب سے مجھے علم ہوا ہے (یعنی ہوش سنبھالا) کہ دروغ گوئی کرنے والے سے خدا بیزار ہوتا ہے اور جھوٹ بنانے والے کو اس کے جھوٹ سے نقصان پہنچتا ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ان صحابہ کرام سے پوچھو وہ تمہیں میری شان بتائیں گے کیا تمہیں میرے نواسۂ رسول ہونے پر شک ہے؟

مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! مشرق مغرب میں اب میرے سوا تمہارے نبی کا کوئی نواسہ نہیں ہے اگر ہے تو بتاؤ؟ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے جو مجھ سے قصاص مانگتے ہو؟ کیا میں نے کسی کا مال دبایا ہے۔ جو مجھ سے بدلہ طلب کرتے ہو؟

جب لشکر یزیدی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو آپ نے پکار کر فرمایا اے شبث بن ربعی، اے حجار بن حیر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث (روسائے کوفہ)

اَلَمْ تَكْتُبُوْا اِلَيَّ فِي الْقُدُوْمِ عَلَيْكُمْ لوگوں نے مجھے خط لکھ کر نہیں بلایا؟

تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک گئے ہیں، باغ سرسبز ہو رہے ہیں تالاب چھلک رہے ہیں آپ کی امداد کے لئے لشکر یہاں آراستہ ہیں آیئے (طبری)

ان بے وفا لوگوں نے دروغ گوئی کرتے ہوئے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا''ہم نے نہیں لکھا تھا۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! بل فعلتم ایھا الناس اذکرھتمونی فدعونی انصرف الی مامنی من الارض (اے لوگو! تم نے ایسا کیا ہے اب جو تمہیں مجھ سے نفرت ہے تو مجھے چھوڑ دو میں کسی اور جگہ چلا جاؤں)

قیس بن الاشعث نے کہا کہ آپ ابن زیاد کی اطاعت کیوں نہیں کر لیتے۔ یہ سب آپ سے اسی طرح پیش آئیں گے جیسا آپ چاہتے ہیں۔ان کی طرف سے کوئی امر آپ کے ناگوار خاطر ہرگز ظہور میں نہ آئے گا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی نیتوں سے بخوبی آگاہ تھے وہ جانتے تھے کہ اہل بیت کے بارے ان کے کیا ناپاک عزائم ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا واللہ! میں ذلّت کے ساتھ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینے والا، نہ غلاموں کی اطاعت کا اقرار کرنے والا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے ہر اس متکبر ومغرور (کہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتا) کے مقابلہ میں پناہ مانگتا ہوں۔ جو سب انسانوں کا رب ہے'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر فرما کر اتمام حجت پوری کر کے واپس تشریف لے آئے۔(خاندان مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام)

انسانی ذہنوں میں یہ سوال مچل سکتا ہے کہ اہل بیت اطہار پاک گھرانہ ہے مقدس افراد پر یہ ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں معصوم شہزادوں کو تیروں میں پُرو یا جا رہا ہے۔اور کرۂ ارض کے بہترین انسانوں نے اس مشکل گھڑی سے بچنے کی اللہ کے حضور التجائیں کیوں نہیں کیں اور اگر التجائیں کیں تو مستجاب کیوں نہ ہوئیں؟

محترم قارئین! یاد رکھیئے، آزمائش ہو گی اور اُس پر پورا اتریں گے تب ہی درجات بلند ہوں گے بغیر آزمائش کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔جس طرح بغیر امتحان دیئے اول، دوم، پوزیشن نہیں ملتی، امام عالیٰ مقام اور ان کا گھرانہ کربلا میں تشریف نہ

لاتے تو ان کے صبر و رضا کا پتہ کیسے چلتا۔ وہ سید الشہداء کے لقب سے کیسے سرفراز ہوتے۔ ورنہ میرے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و شان کا یہ عالم ہے کہ ربّ ذوالجلال نے میدان کربلا میں بھی ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا بایں ہمہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مولا کی رضا پر راضی تھے۔

یہ دعا ہی کا تو ثمر تھا کہ لب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنبش ہوئی تو نابکار ابن حوزہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہو گیا۔ اختصاراً اس کا واقعہ یہ ہے کہ گروہ اشقیاء سے ابن حوزہ نامی ایک شخص لشکر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل آ کھڑا ہوا۔ اور زور سے پکارا۔ ''اَفِیْکُمْ حُسَیْن کیا تم میں حسین ہیں؟ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب اس نے دوبارہ یہی سوال دوہرایا، مگر کوئی جواب نہ ملا، اس نے تیسری مرتبہ یہی پکارا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''اسے کہو، ہاں یہ حسین ہیں، تم کیا چاہتے ہو؟''

تو وہ بدبخت بولا، ''اے حسین! تجھے آتش جہنم کی بشارت دیتا ہوں۔'' (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ تعالیٰ) (جن شہزادوں کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت کے نوجوانوں کے سردار کی بشارت دیں یہ بدبخت ان کے متعلق کیسے نازیبا کلمات ادا کر رہا تھا۔)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ ''تو جھوٹا ہے میں تو اپنے رحیم و کریم پروردگار کے حضور اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے والا ہوں۔ تم کون ہو؟ اُس نے جواب دیا ''ابن حوزہ''

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر اپنے ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ کپڑوں کے اوپر سے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اس کے نام کی مناسبت سے) دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ حُذْہُ اِلَی النَّارِ ''اے اللہ تعالیٰ! اسے آگ کے سپرد فرما''

صبر و رضا کے پیکر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو شاید ضبط کر لیتے مگر اللہ تعالیٰ کا دنیا والوں کو کچھ دکھانا مقصود تھا کہ میرا یہ بندہ کوئی مجبور نہیں ہے مظلوم ضرور ہے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ ابن زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اللہ تعالیٰ کے حضور جو دعا فرماتے اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرماتا۔ جب اس نابکار نے سید عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی تو یوں کہیئے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان حق ترجمان سے نکلا نہیں نکلوا دیا گیا۔

اَللّٰھُمَّ حُذْہُ اِلَی النَّارِ ابھی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ وہ نابکار یہ الفاظ سن کر غصہ سے پاگل ہو گیا اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑھی لگائی تا کہ آپ پر حملہ آور ہو کر آپ کو نقصان پہنچائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جانثار غلام آپ کے قریب حاضر خدمت تھا۔ وہ عرض کرنے لگا۔ حضور مجھے اجازت دیجئے میں اس بدبخت نابکار کو واصل جہنم کر دوں۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم مسلم کے لئے اصول وضع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

''میں نہیں چاہتا کہ جنگ کی ابتداء، میری جانب سے ہو۔ نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا خون میری وجہ سے بہے بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جنگ کی ابتدا وہ کریں تو کریں ورنہ میری طرف سے جنگ کی ابتدا نہیں ہوگی۔''

اللہ اکبر! میدان جنگ ہے دشمن آپ کے خون کا پیاسا ہے مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خون مسلم کے بہانے میں احتراز فرما رہے ہیں۔

ابن جوزہ نے جب غضبناک ہو کر گھوڑا دوڑایا۔ گھوڑا اچھلا ابن جوزہ سر کے بل زمین پر گرا۔

میرا ایمان یہ کہتا ہے اور میری محبت اہل بیت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ نہیں نہیں، نہ تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کلمات اپنی طرف سے کہے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا

آپ کی زبان اطہر سے کروائی تھی اور اُس ظالم نے بھی گھوڑے کو دوڑایا نہیں تھا بلکہ رب ذوالجلال نے گھوڑے کو دوڑایا تھا شاید کوئی فرشتہ بھیج دیا تھا کہ جا اس کے گھوڑے کو اچھال دے، گھوڑے کو بھی حکم دیا ہوگا کہ اب دوڑ، اے گھوڑے تو سنتا نہیں کہ میرے بندے کی زبان سے کچھ الفاظ ادا ہو چکے ہیں۔ اللّٰہُمَّ خُذْہُ اے میرے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ نواسے اور ان کی گود کے پالے ہیں۔ ان کے گستاخ کا انجام عبرت ناک بنادے۔ اللہ کریم اپنے نیک بندوں کی دعائیں یوں ہی قبول کرتا ہے۔

میرے آقا علیہ السلام کے ارشاد ذیشان کا مفہوم ہے کہ:

اللہ کے کچھ وہ بندے ہیں جو گلی بازار و کوچہ میں تمہیں گھومتے ہوئے ملیں گے اگر وہ کسی کے دروازے پر جائیں تو کوئی ان کو دھتکار دے، ان کی عزت وتکریم نہ کرے مگر اللہ تعالیٰ کے دربارِ عالیشان میں ان کی اتنی عزت واکرام ہے اگر وہ کسی بات پر کوئی قسم اٹھالیں تو خدائے لم یزل اس قسم کو ضرور پورا فرما دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ 5986، ترمذی)

گلی کوچوں میں گھومنے والوں کی یہ شان ہے کہ اللہ ان کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے تو پھر میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جان کی بازی لگانے والے مجاہد کی دعا کی قبولیت کا کیا عالم ہوگا۔

ایسے ہوتا ہی نہیں کہ اس کے بندے عرض کریں اور خدائے واحدہٗ لاشریک اسے پورا نہ فرمائے۔ اللہ کے برگزیدہ بندے کہتے ہی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ پھر یہ تو نواسۂ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تھے، گھوڑے کو حکم دے دیا گیا اے گھوڑے اس نابکار کو اب سزا دینی ہے اور ضرور دینی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ گھوڑے نے ہی حُبِ اہلِ بیت کا ثبوت دیتے ہوئے اسے اچھال دیا ہو۔ گھوڑا اچھلا دیکھنے والوں نے تو یہی سمجھا کہ گھوڑے کو ٹھوکر لگی ہے گھوڑے کو ٹھوکر کیا لگنی تھی گھوڑے نے پسند نہیں کیا کہ نابکار میرے جسم پر بیٹھا رہے۔ نابکار سر کے بل گرا قضاوقدر کے ملائکہ نے اس کی ٹانگوں کو گھوڑے کی رکاب

کے ساتھ باندھ دیا تاریخ میں لکھا ہے کہ اس کا پاؤں گھوڑے کی رکاب میں الجھ گیا۔اب عالم یہ تھا کہ وہ منہ جو سیّدنا حسین ابن حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شان میں گستاخی کرنے والا تھا۔وہ پتھروں سے ٹکراتا جارہا تھا اس پر مٹی پڑ رہی تھی وہ ذلیل ہورہا تھا وہ چہرہ وہ سر جو اپنے آپ کو عزت کا تاج سمجھتا تھا ذلت سے زمین پہ رگڑا جارہا تھا کربلا کی مٹی، ریت اس کے منہ میں اس کے سر پر اور اس کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی قریبی خندق میں گر کر اپنے انجام کو پہنچا۔تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ اسی طرح تمام قاتلانِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عبرت ناک انجام ہوا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے دنیا والوں کو بتا دیا کہ ابن زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مجبور نہ سمجھو بلکہ یہ بتا دیا کہ حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم فقط مولیٰ تعالیٰ کی رضا پہ راضی ہے اگر وہ دعا مانگتے کہ مولیٰ ایسے کر دے تو وہی ہوتا سب کچھ نیست و نابود ہو جاتا مگر سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مرضی نہ چاہتے تھے وہ تقدیر پہ شاکر تھے آپ تو وہ چاہتے جو مولیٰ کریم چاہتے۔وہ سمجھتے تھے کہ میرے مالک کی رضا اگر یہی ہے تو میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔اپنی اولاد کو قربان کر دوں گا۔اپنے بیٹوں کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کروں گا اپنے بھتیجوں، بھانجوں اور بھائیوں کی جان کی پرواہ نہ کروں گا حتیٰ کہ اپنی مقدّس جان کو بھی اسی کی رضا کی خاطر قربان کروں گا۔یہی سب سے بڑی سعادت ہے۔

سوچئے غور کیجئے! مولا کی رضا کیا ہے۔مولا کی رضا یہ ہے کہ دین اسلام کا پرچم سر بلند رہے اس کے حبیب مکّرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر بلند کیا جائے۔اس کے پیارے حبیب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت میں زندگی کا چراغ جلایا جائے۔قرآن مجید فرقان حمید کی آیات بیّنات تمہارے قلب و روح کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نورٌ علیٰ نور میں بدل دے۔

شہدائے کرب و بلا و دیگر شہدائے اسلام اپنے خونِ جگر سے حق وصداقت کا چراغ جلانے والے، ناموس رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گھر بار لٹانے والے

معززین وہ عظیم برگزیدہ ہستیاں ہیں، وہ عظیم المرتبت شخصیتیں ہیں کہ جن کے لئے خلاّقِ عالم نے فرمایا ہے۔اے محبوب مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ

کہ جب بھی ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے یہ کہہ دیتے ہیں ''ہم تو ہیں ہی اللہ تعالیٰ کے لئے اور ہمیں اُسی کے حضور حاضر ہونا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ۔

''یہی وہ لوگ ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے عنایات اور رحمتوں کا نزول ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ صبر کرنے والے ہیں، یہ شکر کرنے والے ہیں یہ تو استقامت کے کوہ گراں ہیں ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی زمانہ ان کو خواہ کتنے بھی بڑے بڑے مصائب و آلام سے دوچار کرے نہ تو ان کی زبان پر کوئی حرف شکایت آتا ہے نہ ہی ان کی پیشانی پر کوئی شکن آتی ہے۔آفریں ہے ان مقدس نفوس پر جن پر رب ذوالجلال کی بے شمار رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ یہ انعام ہے اللہ کریم کے بے پایاں خزانوں سے صابرین وشاکرین کے لئے، خودسوچئے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نبی رحمت کی اُمت کے صابرین و شاکرین کے امام، رحمۃ للعالمین کے پیارے نواسے ہیں ان پر رحمتوں کا عالم کیا ہوگا۔ یقیناً ان مقدس ہستیوں کے وجود پر رحمتوں کی گھنگور گھٹائیں چھما چھم برس رہی ہیں۔

قارئین کرام! شہادت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کہانی نہیں بلکہ ہمارے لئے ایک پیغام ہے۔

☆۔عزیمت وحریت کا پیغام......شجاعت وبسالت کا پیغام

☆۔جبر کے سامنے ڈٹ جانے کا پیغام......فاسق وفاجر کی بیعت سے انکار کا پیغام

☆۔حقوق انسانی کی پاسبانی کا پیغام......مصائب وآلام میں صبر ورضا کا پیغام